

اکرام اللہ ساجد

اندازِ شہادت نہیں نصابِ شہادت!

اہل حدیث و سنت کا بیج فکر:

دورِ حاضر کا ایک بہت بڑا فتنہ مغربی سیاست کے تسلط کے باعث ذہنی مرعوبیت بلکہ ذہنی غلامی کہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی معروف اسلامی فکر کا ٹکراؤ مغرب کے فریب خنجرہ ذہن سے ہوتا ہے تو کوشش یہ کی جاتی ہے کہ کسی طرح اسلامی نقطہ نظر کی ہم آہنگی مغربی نظریات سے تلاش کی جائے جس کے باعث نہ صرف تاویل والحاد کا دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ اصل اسلامی نکاتیں پردہ چلا جاتا ہے اور ایک بالکل غلط نظریہ اسلام سے منسوب ہو کر اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس خطرناک صورتِ حال سے بچنے کا واحد ذریعہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمسک اور آپ کے اقوال و فرائین کو مشعلِ راہ بنانا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو خوارج سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تو انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ دلائل میں سنت و حدیث سے زیادہ کام لینا کیونکہ قرآن مجید مجمل ہونے کی بنا پر زیادہ آسانی سے تاویل کا نشانہ بن جاتا ہے۔ (الکامل للمبرد کتاب الخراج)

اسی طرح عباسی دور میں جب فلسفہ و تصوف نے عقل و معرفت کے نام پر عجبی افکار کو اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی تو فقہائے محدثین نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم) کا سہارا لے کر بھی تعبیر دین میں تاویل و انحراف کے دروازوں سے آمدہ بادِ سموم کا منہ موڑا۔ اگرچہ ان نظریات کے حاملین نے خود کو پُر فریب ناموں موسوم کیا، لیکن محدثین نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتاب اللہ کی واحد اور دائمی تعبیر قرار دے کر ان کے فربہوں کا پردہ چاک کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا، اسے آپ نے (وحیِ الہام کی مدد سے) قرآن مجید ہی سے سمجھ کر بیان فرمایا ہے جبکہ امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام اپنی مشہور کتاب ”الاموال“ میں فرماتے ہیں:

”وَكَيْفَ إِلَيْكَ شَرَائِعُ الْقُرْآنِ كُلِّهَا إِنَّمَا نَزَلَتْ جُمْلَةً حَتَّى فَسَّرَ بِهَا السُّنَّةُ؟“ (ص ۷۲۵)

کہ ”قرآن مجید کے سارے کے سارے مسائل کا نزول اجمالاً ہوا ہے حتیٰ کہ اس کی تفصیل و تعبیر کا فریضہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انجام دیا ہے!“

حاصل یہ ہے کہ مسائل کے لیے صحیح پنج کتاب و سنت دونوں کو ملا کر اخذ و استنباط ہے نہ کہ دونوں سے علیحدہ علیحدہ استخراج؛ کیونکہ اس طرح سے بسا اوقات باہمی تخالف و تضاد سامنے آتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کا موم ہوتا ہے۔ جبکہ تشریع میں صحیح فکر یہ ہے کہ:

”مَنْ يَطِيعِ الشَّرْعَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ!“

”جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی!“

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دین و شریعت کو تاویل و تحریف سے بچانے والے وہی لوگ تھے جنہوں نے دین کی تشریح و تعبیر میں سنتِ رسول اللہ کو آخری اتھارٹی قرار دیا اور اسی بنا پر انہیں اہل سنت کے نام سے یاد کیا گیا کہ ان لوگوں نے دین میں نہ تو عقل و معرفت کے نام سے کسی پیوند کاری کو قبول کیا اور نہ ہی تقدس و تبہ کے پردوں میں کسی متعین شخصیت یا گروہ کی تعبیر و ہدایت کا قلاب اپنے گلے میں ڈالا۔ گویا کتاب و سنت و عروۃ و ثلثی میں جن کا باہمی انضمام نہیں اور ان دونوں کو ختم کر چیلنے، میں تمام فتنوں سے محفوظ رہنے کا راز پوشیدہ ہے۔ جبکہ اس کے برعکس

بڑے بڑے مجدد و اصلاح کے دعویدار وقت کی عبقری شخصیتیں ہونے کے باوجود حدیث و سنت کے حق میں معمولی سے تساہل کی بنا پر بڑے بڑے علمی اور فکری فتنوں کا شکار بن کر ہمیں ضلالت و گمراہی کی اٹھارہ گھڑائیوں میں اوندھے منہ گرے ہوئے نظر آتے ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خَلَيْدُ بْنُ الْوَدَّيْنِ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

”کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سے انحراف کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اس بنا پر وہ بھی (خطرناک) فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں، یا وہ (اللہ رب العزت کی طرف سے بھی) دوزخ عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں!“ — اعاذنا اللہ منہ وایاکم وسانا المسلمین، آمین!

عورت کی شہادت کے بارے میں صحیح موقف؟

آدم برسرِ مطلب! — پاکستان میں مرد و زن کی فریبانہ مساوات کے زعم سے جن لوگوں نے مسئلہ شہادت میں عورت کو مرد کے برابر حق دینے کے لیے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے جب دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام بنایا گیا ہے تو: ”صحیح صورت وہی ہے۔۔۔ کہ دونوں میں سے شہادت تو ایک عورت دے گی، دوسری مذکورہ یاد دلانے والی ہوگی!“

(”الاعتصام“ ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء زیر عنوان ”عورت کی شہادت کا مسئلہ“)

— ہماری نظر میں وہ سنت کو نظر انداز کر کے صریحاً فتنے کا شکار ہوتے ہیں اس سلسلہ میں جن لوگوں کو دین و علم سے وابستگی نہیں ہے یا جن کا علمی حدود اربعہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے پورے ہونے کی بنا پر مستشرقین کی تعبیرات تک محدود ہے، ان کا قرآن مجید کی ایسی بے سرو پا تفسیر میں ٹامک ٹوتیاں ماریا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن کبھی عالم دین کا قرآن مجید کے نام پر حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف تفسیر کرنا حد درجہ افسوسناک ہے — یہی وجہ ہے کہ جائزہ کی حد تک ہم زیر بحث آیت تشرافی

”وَأَسْتَشِيرُ دُؤَابِي دِينَ مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ كَحُلَيْنِ فَرَجُلٍ وَأَمْرًا مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَصِلَ أَحَدًا هُمَا فَمَنْدُكُ أَحَدُهُمَا الْخُرَاطِيُّ“ کے تحت مندرجہ ذیل تین تفسیریں ذکر کر کے ان میں سے صحیح اور غلط کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں،

۱۔ ”گوہی دینے والی تو ایک عورت ہوگی، دوسری مذکورہ ہوگی جو (اس کو بغور سننے کی یا) شہادت کے کسی حصہ کو بھولنے پر اطلاع دے گی!“

اسی تفسیر سے مقصود یہ ہے کہ حقوق نسواں کے نام پر لاہور اور کراچی کی سڑکوں پر طوفان کھڑا کرنے والی باغی عورتوں کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جاسکے کہ اسلام نے شہادت میں المن کو مردوں کے برابر حق نہیں دیا۔ (ابتداء مذکورہ مضمون مختصاً - الاعتصام ۱۸ ماہ ۸۳ء)

۲۔ ”دونوں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی!“

یعنی پہلی عورت کے شاہدہ ہونے کے باوجود اس کی شہادت ناقص ہے، جسے دوسری پورا کرے گی گویا ایک عورت کی شہادت، شہادت ہی نہیں ہے بلکہ دونوں عورتیں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی۔

یہ موقف اس وقت اختیار کیا گیا، جب ”محدث“ نے مذکورہ مضمون پر تبصرہ کیا اور اس کے جواب میں صفائی پیش کرنے کی کوشش کی گئی (ملاحظہ ہو مضمون ”مسئلہ شہادت اور مدیرِ محدث“ ہفت روزہ الاسلام گوجرانوالہ، مورخہ ۱۰ جون ۸۳ء)

ہفت روزہ ”تہذیبِ الہدیت“ لاہور، مورخہ ۲۷ مئی ۸۳ء
ہفت روزہ ”الہدیت“، جون ۸۳ء، مہنامہ محدث جون ۸۳ء

۳۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ خود مدیر ”الاعتصام“ حضرت مولانا محمد عطار رحمۃ اللہ علیہ حفظہ اللہ تعالیٰ ”الاعتصام“ میں شائع ہونے والے اس آرٹیکل کے شائع ہونے سے ایک ماہ قبل اخبارات کو اپنا بیان جاری کر چکے تھے (جو ”الاعتصام“ ہی کی ۲۵ فروری ۸۳ء کی اشاعت میں بھی شامل ہوا) کہ خواتین کا یہ مظاہرہ نص قرآنی کے خلاف اور قرآن مجید سے بغاوت و انحراف ہے۔ مولانا نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ ”دو عورتوں کی گوہی ایک مرد کی گوہی کے برابر ہے!“۔ اور یہ نص قرآنی ہے۔ ”لَئِنْ الْاِعْتَصَام“ میں اس مضمون کی بعد ازاں اشاعت سے یہ دھوکا نہ ہونا چاہیے کہ مذکورہ ”الاعتصام“ کا اپنا موقف بھی صاحبِ مضمون کی تائید میں ہے۔

گویا یہ پہلے نقطہ نظر کے بعد دوسری انتہاء ہے کیونکہ پہلی تفسیر کا مقصود یہ ہے کہ گواہی میں اصل (مرد کی طرح) ایک عورت ہے، دوسری کی حیثیت (اگر ضرورت پڑے تو) یاد دلانے والی کی ہے ورنہ پہلی عورت اگر شہادت نہ بھولے تو اس کی شہادت کافی ہے۔ جبکہ دوسری تفسیر کا مقصود یہ ہے کہ ایک شہادت کی تکمیل دونوں عورتوں سے مل کر ہوگی، ایسی کی شہادت ناقص ہے گی جو تنہا شہادت نہیں ہے بلکہ دونوں کی مل کر ایک شہادت ہے۔

مزید وضاحت ملاحظہ ہو، آپ لکھتے ہیں:

”مذکورہ، جب تک شاہدہ کے ساتھ نہ ہو تو ایسی شاہدہ کی شہادت قابل قبول نہیں۔ شاہدہ ہو یا مذکورہ، ان کا واقعہ سے پوری طرح باخبر ہونا لازمی امر ہے۔ دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی!“

(مسئلہ شہادت اور مدیر محدث“ حوالہ مذکور)

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ پہلے مضمون میں آپ کو یہ اصرار بھی ہے کہ:

”ساتویں بات یہ ہے کہ اگر شہادت دہندہ عورت شہادت کے کسی اہم حصہ کو بھولے یا غلطی کرے، جس سے حق ثابت ہوتا ہو، نسیان یا غلطی کے بعد پہلی کی شہادت متاثر نہ ہوگی!“

ملاحظہ فرمایا آپ نے، جو شے تعاقب میں جس طرح تضاد کا شکار ہو رہے ہیں۔

۳۔ دونوں عورتیں گواہ ہیں۔ دونوں شاہدہ ہیں۔ دونوں کی شہادت اپنی اپنی جگہ شہادت ہے تاہم دونوں کی شہادت مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوگی!

جنونکہ مذکورہ بالا تینوں تفسیریں مسئلہ شہادت میں عورت مرد کی برابری یا عدم مساوات کی بحث میں وارد ہوتی ہیں، اس لیے ان تینوں میں زیر بحث نصاب شہادت اور نصاب شہادت میں عورت کی حیثیت ہے۔ نہ کہ شہادت کی کیفیت!۔ لہذا زیر بحث موضوع کی مناسبت سے صحیح موقف تیسری تفسیر ہے جسے ہم نے متحدت کے شمارہ اپریل ۸۳ء کے ایک آرٹیکل میں اختیار کیا ہے اور جو اس کے عنوان سے ہی ظاہر و باہر ہے:

”قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ“ (صحیح مسلم)

”پس دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے!“
یعنی دونوں عورتیں شاہدہ بھی ہیں اور دونوں کی شہادت مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر بھی ہے۔ یابوں بھی کہ دونوں میں سے ہر عورت کی شہادت شہادت تو ہے لیکن مرد کی نصف شہادت جیسی۔ جو اس فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے:

”اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نَصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ“
”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت جیسی نہیں؟“
صحابیاتؓ نے اعتراف کیا:

”ہیٰ!۔“

”کیوں نہیں (اے اللہ کے رسولؐ)!“

ہمارا موقف واضح ہے کہ ہم مساوات مرد و زن کے مغربی نظریہ کی حمایت پر تعاقب کرتے ہوئے نصاب شہادت میں عورت کی حیثیت پر بحث کر رہے ہیں۔ ہمارا بحث شہادت کی کیفیت سے نہیں اور نہ وہ موضوع بحث ہے!۔ قرآن مجید کی متذکرہ بالا آیت نصاب شہادت کے بارے میں نص ہے کیونکہ آیت میں معاملہ قرض کی کتابت کی بات ہو رہی ہے جس پر گواہ بناتے وقت دو مردوں کو گواہ بنانے کا بیان ہے اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی متبادل صورت کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ موقع گواہی دینے کا نہیں، گواہ قرار دینے کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

”وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ!“

کہ ”دو مردوں کو گواہ قرار دو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو، ان میں سے کہ تمہارے پسندیدہ گواہ ہیں!“

جب آیت بالا کا تعلق ہی کتابت اور گواہ مقرر کرنے سے ہے تو مسئلہ ہی زیر بحث ہے کہ دو مردوں کی عدم موجودگی میں جو اصل نصاب شہادت ہیں، اب ایک مرد اور دو

عورتیں نصاب شہادت ہوں گی۔ اور قرآن مجید کے الفاظ ”مِثْقَنَ ثَمَرُونَ“ سے ظاہر ہے کہ دونوں عورتیں شاہدہ ہوں گی، خواہ ایک کی شہادت کا معیار مرد کی نصف شہادت ہو۔ پھر ”أَنْ تَصْنَعَ أَحَدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ أَحَدَاهُمَا الْخُرَاقِ“ کے الفاظ سے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام رکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے ایک کے بھٹکنے پر دوسری تذکار کا کام کرے گی۔ واضح ہے کہ یہ ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کو گواہ قرار دینے کی علت ہے، نہ کہ کسی ایک کے شاہد اور دوسری کے مذکورہ بتانے کی تعیین یہاں مقصود ہے۔ اپنے تعاقب میں صاحب مضمون عورتوں کی تعداد نصاب شہادت کی واحد علت (أَنْ تَصْنَعَ أَحَدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ أَحَدَاهُمَا الْخُرَاقِ) کو قرار بھی دے چکے ہیں، گویا وہ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ یہاں بحث نصاب کی ہے کیفیت شہادت کی نہیں (محدث ج ۳ ص ۸۶)۔

بعض مفسرین نے اگرچہ یہاں فقہی بحث کرتے ہوئے دونوں کو شاہدہ اور دونوں کو مذکورہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بحث نص (سیاق آیت) سے اصنافی چیز ہے جبکہ اصل نص (نصاب شہادت) میں ضلال و تذکار دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کرنے کی علت ہے۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۲، احکام القرآن ابن العربی ج ۱ ص ۲۵۶۔ اور ہماری اس بات کی تائید خود بزرگ موصوف نے احادیث سے بھی بطور

نص کی ہے۔ ملاحظہ ہو مضمون ”مسئلہ شہادت اور مدیر محدث“۔ (محدث ص ۱۲) خلاصہ یہ کہ آیت مذکورہ بالا اور دونوں حدیثوں سے نصاب شہادت میں صحیح توقف حسب ذیل ہے:

- ۱۔ دو مرد نہ ہونے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جاسکتا ہے۔
- ۲۔ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوگی۔
- ۳۔ ایک عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی جیسی ہوگی۔
- ۴۔ ایسی صورت میں ہر عورت شاہدہ ہے یعنی مکمل نصاب میں اس کی گواہی ایک شہادت شمار ہوگی۔ ایسا نہیں کہ جب تک دوسری عورت کی شہادت ساتھ شامل نہ ہو تو پہلی کی گواہی شہادت ہی شمار نہ ہو۔

اگرچہ علماء نے شہادت کی جو (اصنافی) کیفیت واضح فرمائی ہے، اس کی رو سے

دونوں ایک وقت میں اکٹھی شہادت دیں گی، دونوں کے شاہدہ ہونے کے باوجود صورت شہادت ایسی ہوگی کہ باہمی یاد دہانی ہوتی رہے۔ بالضرر اگر دوسروں کو اکٹھے کر کے اس طرح بیان لیا جائے تو وہ دونوں اکٹھے بیٹھ کر اپنے بیان سے ایک دوسرے کو یاد دہانی کا کام بھی کریں گے لیکن یہ نہیں ہوگا کہ اس طرح سے دونوں کی شہادت علیحدہ شہادت شمار نہ ہو۔ گویا دو عورتوں کے اکٹھے مل کر شہادت دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر عورت کی علیحدہ شہادت نہ ہو اور دونوں کا بیان مل کر شہادت مکمل ہو۔
فانہم وتدبروا

الغرض ”آپ نے دیکھا کہ عورت کو مرد کے برابر مقام دینے کی ناکام کوشش میں عورت اپنے مقام سے بھی گر گئی، یوں کہ اس کی شہادت اکیلے شہادت ہی نہ رہی بلکہ ”دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی“۔ یا یوں بھی کہ عورت کی محبت میں عقلمند مرد کی عقل یوں جاتی رہی کہ عورت کو مرد کے برابر کرنے کے شوق میں اس کے اپنے مقام سے بھی محروم کر دیا۔ اس سے اکیلے شاہدہ ہونے کا حق بھی چھین لیا۔
سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے،

”مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقِلْنَ قَرِيبَ أَذْهَبَ إِلَيْتِ
التَّجَلُّلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ“

”میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کے نقصان کے عقلمند مردوں کی مت مارنے والی تم (عورتوں) سے بڑھ کر کوئی ہو!“

(محدث اپریل ۸۳ء ص ۷، بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

شہادت کی تعریف اور تکمیل:

چونکہ تعاقب کرنے والے بزرگ قرآن مجید میں دو عورتوں کے نصاب شہادت کے بیان میں ”مِنْ الشَّاهِدَاتِ“ کے لفظ سے پریشان ہیں کہ اس لفظ سے ہر عورت کی شہادت (نہ دونوں کے مل کر ایک شہادت) ثابت ہوتی ہے اس لیے انہوں نے مذکورہ کو بھی من وجہ شاہدہ کا نام دینے کے لیے شہادت کی ایک نئی تعریف کھڑی ہے کہ ”شاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس کو بیان کرنے کا نام شہادت ہے۔“ حالانکہ یہ تعریف

غلط ہے۔ مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کے واحد الہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں جو شاہدہ سے نہیں دہی سے ہے۔ گویا ان کے نزدیک ہمارا کلمہ شہادت ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کلمہ شہادت نہیں ہے۔

پھر کھسی کے شاہد ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ واقعہ کو مکمل طور پر بیان کرے، بلکہ واقعہ کا کوئی ایک جز بیان کرنا بھی شہادت ہے، اس لیے یہ تصور کہ دونوں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی غلط ہے۔ بلکہ اگر دونوں شہادت کا ایک جز دی حصہ بیان کرتی ہیں تو پھر بھی ہر ایک شاہدہ ہے جو لوگ شہادت کے عملی انداز سے واقف ہیں، ان کے ہاں یہ بات معروف ہے۔ دراصل تعاقب کرنے والے بزرگ بحث کو انداز شہادت کی طرف لے جانا تو اس لیے چاہتے ہیں کہ ایک کو شاہدہ، دوسری کو مذکورہ ثابت کر سکیں حالانکہ اس سے دونوں کا شاہدہ ہونا ثابت ہو رہا ہے جو ہمارے موقف کی تائید ہے۔ واضح رہے کہ صاحب موصوف نے اپنے تعاقب کے آخر میں احادیث کے عنوان سے جب احادیث کو نصاب شہادت پر نص قرار دیا ہے تو ہمارا موقف نہ صرف خود تسلیم کیا ہے بلکہ اسے سب کے نزدیک متفقہ مسئلہ قرار دیا ہے گویا نصاب شہادت کی بحث میں موصوف اب ہم سے متفق ہو گئے ہیں اور یہی موضوع بحث تھا۔ شہادت کی کیفیت کی بحث ہم نے شروع ہی نہ کی ہے۔ ہمیں اس بحث میں خواہ مخواہ الجھایا جا رہا ہے اور ہمارا موقف وہ قرار دیا جا رہا ہے جس کے ہم قائل نہیں۔

۱۱ صاحب موصوف نے تکمیل شہادت کے سلسلے میں ماضی قریب کے دو بزرگوں کی عبارت سے بھی دھوکا کھایا ہے حالانکہ تکمیل شہادت اور عورت کی مستقل شہادت میں مغافات نہیں اس لیے کہ عورت کی مستقل شہادت کے معنی یہ ہیں کہ ہر عورت کا شمار شاہدہ کے طور پر ہوگا اگرچہ مقدمہ میں اسے شہادت کی تکمیل نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ شہادت کی تکمیل کے معنی یہ ہیں مزید شہادت کی ضرورت نہیں حالانکہ صرف ایک مرد یا تبادل دو عورتوں کی شہادت کو مقدمہ میں شہادت کی تکمیل نہیں کہا جاسکتا بلکہ شہادت اس وقت مکمل سمجھی جائے گی جب گواہ نصاب شہادت کو پہنچ جائیں۔ استاذ احمد مصطفیٰ المراحی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارتوں میں شہادت کا مضمون مکمل ہو جانے کے ہی معنی ہیں۔ فتدبر ولا تعجل!

ہمارا موقف اور اس کی غلط تعبیر:

”محدث“ اپریل ۸۳ء میں ہم اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کر چکے ہیں:

”سوال یہ ہے کہ.....“

.....حکمت و مصلحت خواہ کچھ بھی ہو، شہادت کا انداز خواہ

کوئی ہو، اس مذکورہ نصاب میں کچھ کمی بیشی ممکن ہے؟“ (ص ۳)

گویا ہمارا موضوع بحث نصاب ہے، انداز شہادت نہیں، جبکہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے سب سے پہلے ہمارا موضوع بحث نصاب شہادت کی بجائے انداز شہادت قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس بہانہ سے بحث کو الجھایا جاسکے۔

علاوہ ازیں، انداز شہادت میں ہمیں اس موقف کا قائل قرار دینے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ:

”ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت دیں گی!“

حالانکہ یہ دونوں چیزیں علیٰ رتوس الاشہاد ہمارے موقف کی غلط تعبیر ہیں۔ ہم انداز شہادت کی بحث نہیں کر رہے اور نہ عورتوں ہی نے کسی انداز شہادت سے پریشان ہو کر جلوس نکالے تھے بلکہ وہ مرد و زن کے مغربی فتنہ پر در اور بے باکانہ مساوات کے تصور کی حمایت میں مظاہرہ کرنے اٹھی تھیں، جن کو دلا سے دینے کے لیے وہ مضمون لکھا گیا جس پر تبصرہ کرنے کے لغات ہمیں نصیب ہوئی!

اور نصاب شہادت پر بحث کرتے ہوئے بعض جگہ اپنے اسی مضمون میں ہم نے واضح طور پر یہ اظہار کیا ہے کہ دو عورتیں اکٹھی گواہی دیں گی۔ ملاحظہ ہو، ”محدث“ اپریل ۸۳ء ص ۶:

”ہاں اگر دو مرد نہ ملیں تو پھر بغرض سہولت ایک مرد اور دو عورتیں مل کر گواہی دیں گی!“

قارئین کرام، آپ نے ملاحظہ فرمایا، کہ ہمارے مضمون میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ دونوں عورتوں کی گواہی مل کر ہوگی جبکہ ہمارے تعاقب میں ساری بنیادی ہمارا یہ موقف قرار دے کر بھی جا رہی ہے کہ:

”مدیرِ محدث کا موقف یہ ہے کہ ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت

دیں گی!“

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا لکھتے!

جب بنیاد ہی درست نہیں تو اس بنیاد پر ہمارا تعاقب کیا معنی رکھتا ہے؟۔
کیا اس سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ صاحب مضمون کو ہم پر محض یہ غصہ ہے کہ ہم نے
ان کے مضمون پر تبصرہ کیوں کیا ہے؟۔ پس اس موقع پر ہم ان کی توجہ اس
فرمان الہی کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ:

”وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی!“

”کھسی قوم سے دشمنی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کر دے کہ تم انصاف سے
ہاتھ دھو بیٹھو، (نہیں بلکہ) عدل کرو، یہی بات تقویٰ کے بہت زیادہ
قریب ہے!“

ائمہ تفاسیر اور عورت کی شہادت:

ہم نے سطور بالا میں جو موقف آیت شہادت کی تفسیر کے بارے میں اختیار کیا ہے
تقریباً جملہ مشہور ثقہ تفاسیر میں یہی موقف اختیار کیا گیا ہے۔ اور جو ہم متذکرہ بالا میں تفسیر
درج کر کے تیسری تفسیر کو راجح قرار دے چکے ہیں کہ دونوں عورتوں میں سے ہر عورت
شاہدہ ہے اور دونوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے لیکن چونکہ اس کے
برعکس ہمارا تعاقب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تقریباً تمام ائمہ تفسیر نے اس موقف کی
تردید کی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ائمہ تفسیر کا موقف واضح کر دیا
جائے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کیا موقف رکھتے ہیں اور وہ کس تفسیر کی تردید فرما رہے ہیں۔
ہم پہلے بھی یہ نشاندہی کر چکے ہیں کہ تفسیر ابن کثیر کی ایک عبارت سے تعاقب
کرنے والے کو شدید مغالطہ ہوا ہے لیکن جو ش تعاقب میں ہمارا نقطہ ان کی سمجھ سے بالا
رہا ہے، اس لیے چاہتے ہیں کہ موصوف کو ان کی غلطی کی وجہ کھول کر بتا دیں۔
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی مکمل عبارت ہم اپنے تبصرہ میں نقل کر چکے ہیں اب اس کے متعلقہ حصوں
کا اعادہ کریں گے:

”وَإِنَّمَا أُقِیمَتِ الْمَرْأَتَانِ مُقَامَ الرَّجُلِ لِنُقْصَانِ عَقْلِ الْمَرْأَةِ وَمَنْ قَالَ إِنَّ شَهَادَتَهُمَا مَعْمَا تَجْعَلُنَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ أَبْعَدَ وَالصَّحِیحُ الْأَوَّلُ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ“

”اور دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام صرف عورت کی عقل کے نقصان کی وجہ سے بنائی گئی ہیں“ (بہر حافظ ابن کثیرؒ نے صحیح مسلم کی ایک حدیث جس میں عورت کی عقل کے نقصان کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ ”دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔“ اور یہی ہمارے تبصرہ کا عنوان بھی ہے۔ لکھ کر کتابت وثیقہ اور اندراج گواہان کی بحث مکمل کی ہے، جس کے بعد ایک تفسیر جو امام سفیان بن عیینہ اور ابو عمرو بن علاء سے منقول ہے، ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ”اور جس نے کہا کہ دوسری عورت کی شہادت پہلی عورت کی شہادت کے ساتھ مل کر اسے مذکر کی شہادت کی طرح بنا دے گی، اس نے دُور کی بات کہی ہے جبکہ صحیح پہلی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم!“

یعنی ابن کثیرؒ کے ہاں وہی تفسیر صحیح ہے جو پہلے مذکور صحیح حدیث (مسلم) سے ثابت ہو چکی ہے کہ شہادت میں دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ابن کثیرؒ نے کس وضاحت کے ساتھ ہماری بیان کردہ تفسیر کی تائید فرمائی ہے، لیکن صاحب موصوف مر جوح تفسیر کو سرسری نظر سے دیکھنے کی وجہ سے اس کی اصلیت سمجھنے میں غلطی کھا گئے ہیں۔

_____ گہری توجہ نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے ”كَشْمَادَةِ ذَكَرٍ“ کی بجائے ”كَشْمَادَةِ رَجُلٍ“ کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ اور اس حد تک اپنی غلطی وہ تسلیم بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس سے مفہوم میں جس بڑی تبدیلی کا وہ شکار ہوئے ہیں اس کا استدراک وہ ابھی تک نہ کر سکے ہیں، جبکہ جذباتیت اور اوایلہ کا طعنہ ہمیں دے رہے ہیں۔ اب ہم موصوف کے لئے اس لفظ کی تبدیلی سے جو بڑا تغیر اور شدید غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، اس کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں،

سفیان بن عیینہ اور ابو عمر و بن علاء وغیرہ کی جس تفسیر کا رد ابن کثیر وغیرہ کر رہے ہیں، اس میں اصل اہمیت ”ذکر“ مادہ سے لغوی مراد کی ہے، جو ”رجل“ سے متعلق نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں نے ”ذکر“ جس سے ”تذکرہ“ ماخوذ ہے مراد مذکر بنانا لیا ہے، انہوں نے تفسیر یوں کی ہے کہ شہادت میں دو عورتوں کو اس لیے جمع کیا گیا ہے کہ دوسری عورت پہلی عورت کو مذکر بنادے گی۔ یعنی دونوں کی مجموعی شہادت مذکر کی شہادت جیسی یا اس کے بمنزلہ ہوگی۔ گویا ہر ایک کی گواہی شہادت ہونے کی بجائے دونوں کی مجموعی گواہی شہادت ہوگی جو بمنزلہ ایک مرد کی شہادت کے ہے۔ غور فرمائیے، کیا یہ وہی تفسیر نہیں ہے جس کو موصوف نے اب دوسری انتہاء کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔ اور جسے امام شوکانی نے اپنی تفسیر میں واضح کر کے اس کی تردید بھی باں الفاظ فرمائی ہے:

”قَالَ سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: مَعْنَى قَوْلِهِ (فَتَذَكَّرُ أَحَدَاهُمَا الْأُخْرَى) تَصَيَّرَهَا ذَكَرًا، يَعْنِي أَنَّ مَجْمُوعَ شَهَادَةِ الْمَرْأَتَيْنِ مِثْلُ شَهَادَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ - وَرُويَ نَحْوُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَدَاءِ - وَلَا شَكَّ أَنَّ هَذَا بَاطِلٌ لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ شَرْعٌ وَلَا لُغَةٌ وَلَا عَقْلٌ!“

”سفیان بن عیینہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ”فَتَذَكَّرُ أَحَدَاهُمَا الْأُخْرَى“ کا معنی یہ ہے کہ دوسری عورت پہلی عورت کو مذکر میں تبدیل کر دے گی، یعنی دونوں عورتوں کی مجموعی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہے۔ اسی کی مانند تفسیر ابو عمر و بن علاء سے بھی منقول ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفسیر از روئے شرع اور لغت و عقل باطل ہے!“

۱۔ تفسیر کشاف میں امام لغت زمخشری نے اس تفسیر کا مفہوم اور رد یوں کیا ہے:

”وَمِنْ بَدْعِ الثَّقَاتَيْنِ فَتَذَكَّرُ فَتَجْعَلُ“

ملاحظہ فرمایا آپ نے، کیا امام شوکانی واضح طور پر اس تفسیر کا رد نہیں کر رہے جو صاحب موصوف نے اپنا موقف تبدیل کر کے اب اختیار کر لی ہے اور جسے وہ بزرگم خود ہماری تردید سے نقل کر رہے ہیں؟ — حالانکہ اس سے قبل امام شوکانی واضح طور پر وہی تفسیر خود کر رہے ہیں جو ہم نے بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”وَهَذِهِ الْآيَةُ تَقْلِيدٌ لِإِعْتِبَارِ الْعَدَدِ فِي التَّسَاوِيهِ
أَيْ فَلْيَشْمَكْ رَجُلٌ وَتَشْمَكْ امْرَأَتَانِ عَوَصًا
عَنِ الرَّجُلِ الْآخِرِ لِأَجْلِ تَذَكُّيرِ أَحَدَاهُمَا
لِلْآخَرِ إِذَا صَلَّتْ وَأَيُّهَا الْمَرْءُ إِذَا صَلَّ
وَتَذَكَّرَ لَا تَ كَرًّا كَلًّا مِمَّنْ كَمَا يَجُوزُ عَلَيْهِمُ
الْوُصْفَانِ ، فَالْبَعْضُ إِنْ صَلَّتْ هَذِهِ ذَكَرَتْهَا
هَذِهِ ، وَإِنْ صَلَّتْ هَذِهِ ذَكَرَتْهَا هَذِهِ -
لَا عَلَى التَّعْيِينِ“

(فتح القدیر، ج ۱ ص ۳۰۲)

کہ ”یہ آیت عورتوں کے نصاب شہادت میں گنتی کی علت ہے۔ یعنی (دو مردوں کی عدم موجودگی میں) ایک مرد اور دو عورتیں، دوسرے مرد کے عوض گواہ بنی جائیں تاکہ دونوں میں سے ایک، دوسری کے بھٹکنے پر تذکار کا کام کرے..... پس مراد یہ ہے کہ اگر یہ بھٹکے تو اسے

أَحَدَاهُمَا الْآخَرِ ذَكَرًا يَعْنِي أَيْ مِمَّا إِذَا اجْتَمَعَتَا
كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ ذَكَرٍ“

”اور یہی تفاسیر سے یہ ہے کہ قَدْ ذَكَرَ أَحَدَاهُمَا الْآخَرِ“
کا معنی ”تَجَعَّلَ أَحَدَاهُمَا الْآخَرِ ذَكَرًا“ ہو یعنی وہ دونوں
عورتیں جب جمع ہو جائیں گی تو بمنزلہ ”مذکر“ ہوں گی“

یہ بھی اس بات کا رد ہے کہ دونوں کی شہادت مل کر ایک شہادت نہیں ہوگی کہ بمنزلہ
شہادت مذکر ہو بلکہ ہر ایک کی کوئی مستقل شہادت شمار ہوگی خواہ کیفیت کے اعتبار سے دونوں مذکر ہی ہوں

وہ یاد کرائے، اور اگر وہ چھٹکے تو اسے یہ یاد کرائے۔ (شاہدہ اور مذکورہ)
 کی تعین کے بغیر!۔ اور یہی بات ہم نے بھی تھی۔ دیکھیے محدث اپریل ۲۰۱۵ء ص ۱۰۱ (سطر ۱)۔
 امام شریکائی کی مذکورہ بالا عبارت سے تین باتوں کی طرف ہم توجہ دلانا مناسب

سمجھتے ہیں:

- ۱۔ آیت شہادت نصاب شہادت کے بارے میں نص ہے نہ کہ شہادت کی کیفیت میں۔ واضح رہے کہ یہی موضوع بحث ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔
- ۲۔ تَضَلَّ اور تَذَكَّرَ میں مذکورہ اور شاہدہ کی تعین نہیں ہے۔ اس ابہام کی بنا پر دونوں شاہدہ ہیں اور دونوں مذکورہ!۔ دیکھیے کہ کس طرح ہماری تفسیر کی تعبیر ہو رہی ہے اور ایک کے شاہدہ اور دوسری کے مذکورہ ہونے (جس کو بار بار صاحب مضمون نے دوہرایا ہے) کی تردید!
- ۳۔ اَنْ تَضَلَّ اِحْدَاهُمَا فَتَذَكَّرْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰی شہادت کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ نصاب شہادت میں ایک مرد کے قائم مقام دو عورتوں کے گواہ بننے کی وجہ بیان ہوئی ہے کہ ایک عورت کے بھٹکنے کا امکان زیادہ ہے اس لیے اس کے تذکار کے لیے دوسری کی ضرورت ہے۔ چونکہ بھٹکنے کا امکان دونوں میں عورت ہونے کی وجہ سے ہے، اس لیے دونوں ہی مذکورہ ہیں۔ امام شوکانی نے اس کی مزید وضاحت اسی صفحہ پر بعد میں ”يَقَعُ بَيْنَهُمَا مِثْلَانِ وَجَبَا“ (کہ یہ صلال اور تذکار دونوں کے درمیان باری باری ہوگا۔) کے الفاظ سے بھی کی ہے۔ اسی نکتہ کی وضاحت ابو بکر بن العزنی نے ”اَنْ تَضَلَّ اِحْدَاهُمَا فَتَذَكَّرْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰی“ کے تحت یوں کی ہے:

”فَلَمَّا كَرَّرَ اِحْدَاهُمَا اَفَادَ تَذَكُّرَهُ الذَّ اِكْرَهُ
 لِالْغَائِلَةِ وَتَذَكُّرَهُ الْغَائِلَةِ لِلذَّ اِكْرَهُ اَيْضًا
 لَوِ اِنْ تَكَلَّبَتِ الْحَالُ فَبَيْنَهُمَا يَأْنُ تَذَكُّرُ الْغَائِلَةِ
 وَتَغَفُّدُ الذَّ اِكْرَهُ وَذَلِكَ غَايَةُ فِي الْبَيَانِ!“

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۶)

”پس جب اللہ تعالیٰ نے ”اِحْدَاهُمَا“ کا تکرار فرمایا ہے تو اس نے

غفلت کرنے والی کو یاد رکھنے والی کے تذکار اور یاد رکھنے والی کو غفلت کرنے والی کے تذکار کا فائدہ دیا۔ اگر ان دونوں میں حالت برعکس ہو کہ غفلت کرنے والی یاد رکھتی ہو، اور یاد رکھنے والی غافل ہو جائے۔ اور یہ انتہائی بیان ہے!“

ابن العزنی نے یہ بات ایک بلاغی نکتے کے طور پر بیان کی ہے۔ امام شوکانی نے یہی بات دوسرے رنگ میں پیش کر دی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں تفاسیر میں بظاہر دونوں عورتوں کا شاہدہ اور مذکورہ ہونا بیان ہوا ہے جو ہماری پیش کردہ تفسیر کی واضح تائید ہے، لیکن دونوں مفسروں نے اسے بلاغی اور اضافی نکتے کے طور پر بیان کیا ہے۔ اگر شہادت کی کیفیت مقصود ہوتی تو وہ شہادت کی تفصیلی کیفیت بھی بیان کرتے۔ بہر صورت یہ موضوع بحث نہیں ہے، تاہم یہ ذکر ہم اس بنا پر کر رہے ہیں کہ صاحب موصوف نے خواہ مخواہ یہاں کیفیت شہادت کا موضوع چھیڑ دیا ہے۔

یہاں ہم قارئین کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اب مؤرخ وغیرہ جن تفسیر کار ذکر رہے ہیں اور پھر اس تفسیر ذات شہادۃً تمنا معما تبجلم ما گشہادۃً ذکر (کا جو مفہوم پیش کر رہے ہیں، اس کے سامنے اگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ”قَشَادَاةً اَمْرًا تَبْ تَعْدِلْ شَهَادَةً رَجُلٍ“ اور ”اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نَحْصِفِ شَهَادَةَ الرَّجُلِ“ رکھ لیں تو واضح ہو گا کہ خود حدیث رسول پیش کر کے اور آیت کو نصاب شہادت میں نص بتا کر یہ مفسرین کبھی بھی احادیث کے مطابق تفسیر کار نہیں کر سکتے بلکہ صاحب موصوف کو دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہونے اور دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہونے یا اس کی شہادت کے بمنزلہ ہونے کے فرق کا احساس نہیں ہوا۔ اس لیے دونوں کو ایک ہی مفہوم دے کر دونوں کا رد فرما رہے ہیں جس کی زد حدیث رسول اللہ پر پڑتی ہے کیونکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر عورت کی گواہی کا شہادت ہونا ظاہر ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ بالا مرجوح تفسیر سے دونوں کامل کر مرد کی ایک شہادت

جیسا ہونا لازم آتا ہے، جو درست نہیں ہے۔ — یہی وہ نقطہ ہے جس کی بناء پر محرم سے مجرم کو دینے، کی توجیہ صاحب موصوف کے ذہن میں نہ آ سکی اور فرما رہے ہیں کہ: ”کَشْرُ حَادَةِ ذَكْرٍ“ کی بجائے ”کَشْرُ حَادَةِ رَجُلٍ“ کے الفاظ سے کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا۔

حالانکہ اگر ”رَجُلٍ“ کی بجائے ”ذَكْرٍ“ کے مابین تفسیر ہونے کا پاس رکھتے تو اس بڑے معاملے کا شکار نہ ہوتے اور نہ ہی اس شکوہ کی نوبت آتی کہ: ”مسئلہ کی ٹھیکیداریہ بتا سکتے ہیں کہ ہم سے کونسا جرم ہوا ہے جس کے اسناد بخلیے جماعت الحدیث کے علماء کے دروازوں پر الحمد اور المدد کی دستک دی گئی ہے۔“ — جبکہ اس میں فرمانِ رسول اللہ کو نظر انداز کرنے کا جرم بھی شامل ہے:

”فتن ذکر“ کی دو تفسیریں اور دو قراءتیں:

”فتن ذکر“ کی دو قراءتوں کا مسئلہ اگرچہ موضوع بحث سے براہ راست متعلق نہیں تاہم صاحب موصوف نے علمی برتری کے حصول کے لیے اسے خصوصی اہمیت اور بے سود طوالت دی ہے۔ حالانکہ بحث کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اسے اصل موضوع تک محدود رکھا جائے۔ — اس سے بہت کر دوسرے موضوعات کو اہمیت دینا دراصل قارئین کو ذہنی طور پر الجھانے کا باعث ہوتا ہے، جو ظاہر ہے کہ اپنے موقف کی کمزوری کے احساس سے ہی اختیار کیا جاتا ہے۔ — تاہم اگر انہوں نے یہ بحث چھیڑ ہی دی ہے تو ہم اسے بھی واضح کر کے اس ذہنی الجھاؤ کو دور کرنا چاہتے ہیں:

ائمہ تفسیر اس بات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ اگر کسی جگہ تلاوت آیات میں زیادہ قراءتیں ہوں تو ہر قراءت کو علیحدہ علیحدہ معانی پر محمول کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ تفسیر نے ”فتن ذکر“ کی (ابو عمرو بن العلاء کی وہ) تفسیر، جو ”ذکر“ سے ماخوذ کر کے ”فتن ذکر“ پڑھنے سے کی گئی ہے، اس کی تردید کی ہے۔ چونکہ یہ تفسیر ”فتن ذکر“ پڑھ کر کی گئی تھی، اس لیے بظاہر یہ اس قراءت کا رد نظر آتا ہے۔ کیونکہ ابو عمرو بن العلاء کا شمار قراء سبعہ میں ہے اور اس انداز سے بعض قاریوں اور ان کی قراءتوں کا رد جلیل القدر ائمہ سے بھی ملتا ہے، اس لیے اس سلسلہ میں

صاحب موصوف کا ————— ذاتی حملوں پر اتر آنا مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگرچہ ہم ایسے ایک طالب علم کا شیوہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ درست توجیہ بننے کے باوجود اس بارہ میں اپنی عبارت کے اجمال کی بناء پر اپنی بات پر اصرار نہ کرے کہ ”ذکر ذکر“ پڑھنا غلط ہے!“ — حالانکہ ”فَتَذَكَّرُ“ پڑھنا صرف اس صورت میں غلط ہے جبکہ اس کی متذکرہ بالا تفسیر کی جائے مطلقاً غلط نہیں ہے! — اور یہی بات صاحب موصوف بھی اپنے مضمون میں ان ائمہ کی طرف سے بیان فرما رہے ہیں جنہوں نے ”فَتَذَكَّرُ“ قرأت کی تردید کی ہے۔ موصوف کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

”اس بناء پر ائمہ تفسیر نے اس قرأت کی تردید کی ہے کہ اس قرأت کی رد سے معنی یہ ہے کہ ہر دو محروقات کی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہے۔ ائمہ تفسیر میں سے کسی امام نے ”فَتَذَكَّرُ“ تخفیف کے ساتھ قرأت کی مطلق تردید نہیں کی ہے!“ — فافہم ولا تعجل، واللہ اعلم آخر میں، اگر جان کی امان پائیں تو اس جرات کی معافی پاتے ہیں کہ کاش صاحب موصوف نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنی اس ذاتی رائے کی غلطی تسلیم فرمائیں جس کے کوئی توجیہ ممکن نہیں — اس لیے کہ غلطی کو غلط ماننے سے سر بلند می ملا کرتی ہے۔ غلط پڑھنا علماء کا کام نہیں — بالخصوص ائمہ ربانہ رسول اللہ کو بلا حیل و حجت تسلیم کرنا، جس دین اور اخروی سعادتوں کا ضامن ہے — ویسے بھی عصمت صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے، علماء کو نہیں! — یہ بات، جتنی جلدی وہ سمجھ جائیں گے اسی قدر فائدے میں رہیں گے —

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین!